دوسری اور آخری قسط

تاریخِ اسلام میں فنِ شانِ نزول کی اہمیت

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی

مذکورہ بالا تمام تفسیری اور تاریخی روایات پر ایک تنقیدی نظر سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قدیم مورخین اور جدید و متاخر مفسرین کی روایات تقریباً متوازی خطوط پر چلتی ہیں اور نہ صرف یہ کہ ان دونوں طبقاتِ اہلِ قلم کی روایات میں تناقض و اختلاف ہے بلکہ خود مفسرین کرام کی اپنی متعدد روایات ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں بیک وقت یا بیک موقع پیش نہیں آسکتی تھیں اور ان میں سے اکثر بعد کے راویوں کے زرخیز دماغ کی زائیدہ ہیں اور ان کا مقصد حضرت ولید کے خلاف مقدمہ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنا تھا۔

اس سے زیادہ حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ولید بن عقبہ سے، جن مذکورہ بالا تفسیری روایات مجرم و گنہگار ثابت کرنا چاہتی ہیں، کوئی وضاحت یا کوئی جواب طلب فرمایا تھا، خاص کر بنو مصطلق کے وفد کے مدینہ پہونچنے اور اپنا موقف واضح کرنے کے بعد۔ اسلامی قانون کے مطابق حضرت ولید بن عقبہ کی قانونی حیثیت وفدِ بنی مصطلق کے آنے کے بعد مدعی کی تھی اور بعد میں مدعا علیہ کی۔ صورت اول میں ان کو شہادت و دلیل فراہم کرنی تھی اور صورت دوم میں حلف اٹھانا تھا۔ یہ سب کچھ نہ بھی ہوا ہوتا تو کم از کم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے استفسار فرمانا تھا یا ان کے مبینہ کذب کے کھل جانے کے بعد ان کو سرزنش و عتاب فرمانا تھا مگر تمام روایات کا بلا استثناء اس پر اتفاق ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ولید بن عقبہ سے اس پورے معاملے پر کوئی تحقیق و تفتیش، کوئی سوال و جواب اور کوئی تادیب

وسرزنش نہیں فرمائی تھی۔ کم از کم ہماری روایات میں اس اہم نکتہ پر خاموشی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسے متعددی جرم پر جس سے مسلمانوں کے ایک طبقے کو زک پہونچنے کا احتمال تھا چشم پوشی نہیں فرما سکتے تھے۔ غالباً، بلکہ کسی حد تک یقیناً، روایاتِ تفسیر کا یہی تناقض اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طرزِ عمل تھا جس نے مفسرین کے ایک بڑے طبقے کو سورہ حجرات کی آیت کریمہ کے عمومی معنی مراد لینے پر آمادہ کیا گیا تھا، اگرچہ وہ شانِ نزول میں مذکورہ بالا روایات میں سے کسی نہ کسی کو پہلے بیان کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ قرآنی اسلوب اور آیت کریمہ میں الفاظ کی نشست اور جملے کی ساخت بھی اسی کا تقاضا کرتی ہے کہ جس کو مفسرین کے طبقۂ سوم نے بالخصوص اور طبقۂ دوم نے بالعموم سمجھا ہے۔

مفسرین کے طبقۂ دوم میں ہم جن کو شامل کرتے ہیں ان میں زمخشری[۵۵]، بیضاوی[۵۶]، خازن[۵۷]، نسفی[۵۸]، قمی نیساپوری[۵۹]، ملاجیون[۶۰]، طبرسی[۶۱]، آلوسی[۶۲]، جمال الدین قاسمی[۶۳] جیسے عظیم مفسرین سرِفہرست ہیں۔ ان مفسرین نے شانِ نزول کے سلسلہ میں کسی نہ کسی تفسیری روایت کو بیان کیا ہے جن میں آیت کا نزول حضرت ولید کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ ان مفسرین نے عموماً اس

---

۵۵ زمخشری، الکشاف، بیروت ۱۹۴۷ء، چہارم ص ۷۱۔ ۵۹ ۳ وغیرہ۔ ۵۶ بیضاوی، تفسیر البیضاوی، مطبعہ عثمانیہ استانبول ۱۳۰۵ھ، ص ۶۸۳۔ ۵۷ خازن، لباب التاویل فی معالم التنزیل، مشہور بہ تفسیر خازن، مطبعہ خیریہ مصر (غیر مورخہ) چہارم ص ۱۷۵۔ ۵۸ نسفی، مدارک التنزیل وحقائق التاویل، برحاشیہ تفسیر خازن، ص ۱۷۵۔ ۵۹ قمی نیساپوری، تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان برحاشیہ تفسیر طبری، ص ۷۴۔ ۷۳۔ ۶۰ ملاجیون جونپوری، التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ، مطبع کریمی بمبئی ۱۳۲۷ھ، ص ۶۷۳۔ ۶۷۱۔ ۶۱ ابوعلی الفضل طبرسی، جوامع الجامع فی تفسیر القرآن المجید، تبریز ۱۳۷۹ھ، ص ۴۷۵، بیروت ۱۹۵۵ء جلد ۲۷ ص ۸۷۔ ۶۲ محمود آلوسی، روح المعانی، المنیریہ مصر (غیر مورخہ) جز ۲۶، ص ۱۴۴۔ ۱۳۱۔ ۶۳ جمال الدین تفسیر القاسمی، عیسی البابی، قاہرہ ۱۹۶۰ء، جلد ۱۵، ص ۴۹۔ ۵۴۴۷۔

روایت کو ترجیح دی ہے جس میں حضرت ولید کے کسی وجہ سے یا بنو مصطلق کے استقبال کنندوں کو دیکھ کر خوفزدہ ہو کر پلٹ جانے کا ذکر ملتا ہے۔ دوسری طرف انھوں نے علماء سلف کی سند پر مروی روایات کی بنا پر یا نحوی بنیادوں پر آیت کریمہ کے عام معنی مراد لئے ہیں۔ سلف میں ابن المنذر کی ضحاک سے ایک روایت مروی ہے جس میں لفظ فاسق اور لفظ 'نبأ' کے عام معنی یعنی "کوئی فاسق" اور "کوئی خبر" بتائے گئے ہیں۔ غالباً زمخشری پہلے مفسر ہیں جنھوں نے یہ نحوی نکتہ اٹھایا ہے کہ آیت کریمہ کے دونوں مذکورہ بالا لفظ نکرہ (عام) ہیں اس لئے دونوں کے عمومی معنی ہیں اور کسی خاص شخص پر ان کا اطلاق نہیں کیا گیا ہے۔ گویا یہ کہا گیا ہے کہ "اگر کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے" اس معنی میں لفظ فاسق کا اطلاق شخص معین یعنی حضرت ولید پر اور لفظ "نبأ" کا ان کی رپورٹ پر نہیں کیا جا سکتا۔ بیضاوی نے بھی زمخشری جیسا انداز اختیار کیا ہے۔ خازن نے اس پر مزید اضافہ یہ کیا ہے کہ فسوق کا اطلاق حضرت ولید پر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ فسوق کے معنی حق و ایمان سے خارج ہو جانے کے ہیں اور حضرت ولید کے بارے میں اس کا وہم بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان کو ایک گمان ہوا تھا جو اتفاق سے غلط نکلا۔ نسفی نے زمخشری کے اٹھائے ہوئے نکتہ کی تائید کی ہے جب کہ قمی نیساپوری نے اس سے اتفاق کرنے کے بعد مزید وضاحت یوں کی ہے کہ حضرت ولید بن عقبہ اموی نے ارادتاً جھوٹ نہیں کہا تھا بلکہ انھوں نے اپنے اعتماد اور یقین کی حد تک بنو مصطلق کے استقبال کنندوں کو سچ مچ غارتگر سمجھا تھا۔ گویا انھوں نے غلط گمان کیا تھا۔ ملا جیون نے بھی دونوں الفاظ کے عمومی معنی مراد لئے ہیں مگر حیرت کی بات ہے کہ طبرسی نے بھی اس کے یہی ایک معنی بتائے ہیں، جبکہ محمود آلوسی فاسق اور نبا کو نکرہ مان کر ان کا اطلاق عام فاسقوں اور ان کی خبروں پر کرتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ اس سے عام فساق مراد ہیں۔ بے انصافی ہو گی اگر اس ضمن میں ذہبی کا نام نہ لیا جائے جنھوں نے اگرچہ سورہ حجرات کی آیت کریمہ کا حوالہ نہیں دیا ہے تاہم سورہ سجدہ کی متعلقہ آیت کریمہ کے بارے میں یہی عام معنی مراد لئے ہیں اور سند کے "جید" ہونے کے باوجود اس کو رد کر دیا ہے۔ جمال الدین قاسمی نے تمام روایات بیان

کرنے کے بعد طبقۂ دوم کے مفسرین ہی کا موقف اختیار کیا ہے اگرچہ وہ بہت واضح نہیں ہے۔

آیت کریمہ کے عام معنی کی تائید تائید طبقۂ اول کے بعض مفسرین جیسے طبری، ابن کثیر اور سیوطی وغیرہ کی روایت کردہ اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، اگرچہ بالواسطہ طور پر ہی سہی، جو ام المومنین حضرت ام سلمہ سے مروی ہے۔ اس روایت میں واقعہ بنو مصطلق کے مصدق کا نام نہیں لیا گیا ہے بلکہ رَجُلٌ (کوئی آدمی) کہا گیا ہے اور اس طرح اس میں فاسق سے عمومی معنی مراد لئے گئے ہیں اس کے علاوہ اوپر ابن منذر اور ضحاک کی سند پر مروی روایت کا ذکر آچکا ہے جو اسی معنی کی تائید کرتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ علماء سلف سے اس سلسلہ میں بہت کم روایات منقول ہیں لیکن بنیادی طور پر یہ ذمہ داری علماء سلف کی نہیں بلکہ ہمارے راویوں کی ہے۔ ایک خاص پہلو میں دلچسپی رکھنے والے یا جانبدار راویوں نے اپنی اپنی پسند یا اپنے نقطۂ نظر کی تائید کرنے والی روایات کو تو خوب خوب نقل کیا مگر مخالف روایتوں کو نقل کرنے سے گریز کیا۔ حالانکہ قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء سلف خاص کر صحابہ کرام میں عمومی معنی مراد لینے والے حضرات کی تعداد کہیں زیادہ تھی بلکہ جیسے کہ ہم دیکھیں گے کہ کم از کم عہد صحابہ میں طبقۂ اول کی روایات موجود یا مقبول نہ تھیں۔

تیسرا طبقۂ مفسرین ان علماء و محققین پر مشتمل ہے جو حضرت ولید بن عقبہ اموی کے واقعہ کو وقت نزول ممکنہ طور پر ماننے کے باوجود حضرت ولید اور ان کی خبر کو آیت کریمہ میں مستعمل الفاظ "فاسق" اور "نبأ" کا مصداق نہیں مانتے۔ یہی نہیں کہ وہ ان کے عام معنی مراد لیتے ہیں جس طرح کہ طبقہ دوم کے مفسرین کے ذیل میں ہم دیکھ چکے ہیں بلکہ وہ لفظ فاسق کا اطلاق صحابی موصوف کے لئے ناجائز اور بعید از معنی قرآن قرار دیتے ہیں۔ قدماء میں ابن منذر اور ضحاک کے علاوہ جن کی مکمل تشریحات و تاویلات ہم تک نہیں پہنچی ہیں متعدد متاخر و جدید مفسرین نے اس موضوع پر کلام کیا ہے۔ ان میں فخر الدین رازی،[۱۲۹]

---

[۱۲۹] امام رازی، تفسیر کبیر، مطبعہ ازہریہ مصر ۱۳۰۸ھ، ہفتم ص ۵۶۶۔

ابوحیان اندلسی[65]، ابوسعود محمد بن محمد عمادی[66]، تفسیر جلالین کے تین محشی سلیمان بن عمر عجیلی معروف بہ جمل[67]، ان کے شاگرد احمد صاوی مالکی[68]، اور محمد سعد اللہ قندھاری[69]، نیز دور جدید کے چند اہم مفسرین جیسے محمد محمود حجازی[70]، عبدالجلیل عیسیٰ[71] اور احمد مصطفیٰ مراغی[72]، شامل ہیں۔ لیکن اس مسئلہ پر بڑی مدلل و نکتہ آفریں بحث ہمارے بعض ہندوستانی علماء نے کی ہے جن میں مولانا اشرف علی تھانوی[73] سرفہرست ہیں۔ ان کے علاوہ ابومحمد عبدالحق حقانی دہلوی[74]، قاضی ثناء اللہ مظہری[75] اور مفتی محمد شفیع[76] اور متعدد دوسرے علماء کبار بھی ہیں۔

امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں اس آیت پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ تقریر کہ

---

۶۵ ابوحیان اندلسی، البحر المحیط، مطبعۃ السعادہ مصر ۱۳۲۸ھ، جلد ۸، ص ۱۰۹۔ ۶۶ ابو سعود محمد عمادی، تفسیر ابی السعود، مطبعہ محمد علی صبیح، مصر (غیر مورخہ) چہارم ص ۸۹۔ ۶۷ سلیمان جمل، الفتوحات الالٰہیہ، عیسیٰ البابی مصر (غیر مورخہ) جلد چہارم ص ۸-۱۷۷۔ ۶۸ احمد انصاری، الصاوی علی الجلالین، عیسیٰ البابی مصر (غیر مورخہ) چہارم ص ۹۳۔ ۶۹ محمد سعد اللہ قندھاری، کشف المحجوب علی تفسیر الجلالین، مطبع محمدی بمبئی ۱۳۳۱ھ، ص ۱۹۳۔ ۷۰ محمد محمود حجازی، التفسیر الواضح، دار الکتاب العربی، طبع اول (غیر مورخہ) جلد ۲۱ ص ۵۸۔ ۷۱ عبدالجلیل عیسیٰ، تیسیر القرآن الکریم ...، مصر (غیر مورخہ) ص ۶۸۵۔ ۷۲ احمد مصطفیٰ مراغی، تفسیر المراغی، مصطفیٰ البابی مصر (غیر مورخہ) ص ۲۲- ص ۷-۱۲۶۔

۷۳ اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند (غیر مورخہ) یازدہم، ص ۴۴-۴۳۔ ۷۴ عبدالحق حقانی، تفسیر حقانی، حقانی بک ڈپو دہلی طبع ششم (غیر مورخہ)، جلد ششم ص ۲۸۴۔

۷۵ قاضی ثناء اللہ مظہری، تفسیر مظہری، ندوۃ المصنفین دہلی (غیر مورخہ) جلد نہم ص ۴۶-۴۵۔ ۷۶ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند (غیر مورخہ) جلد ہشتم ص ۷-۱۰۴۔

حضرت ولید کا واقعہ اس آیت قرآنی کا وقت نزول اور موقع ورود تو مانا بھی جاسکتا ہے لیکن یہ خیال کہ یہ واقعہ اس کا سبب نزول تھا اور وہ حضرت ولید کے بارے میں نازل ہوئی تھی خیال خام سے کم نہیں۔ چنانچہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس حکم کا اطلاق دوسرے دل پر نہیں ہوسکتا۔ ان کے یقین وعقیدہ کے مطابق آیت متعلقہ عام ہے اور اس کا حکم بھی۔ اس کے نزول کی اصلی غرض وغایت یہ تھی کہ فاسقوں کے قول، خبر یا رائے پر اندھا دھند اور بلا تحقیق وتفتیش اعتماد نہ کیا جائے بلکہ بطور خاص اس کی چھان پھٹک کر لی جائے۔ اس حقیقت سے بقول امام رازی، ان لوگوں کی دلیل کمزور... ظاہر ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اس بنا پر نازل ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود یہ نہیں فرماتا کہ میں نے اس کو اس سبب سے نازل کیا ہے اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں کچھ منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ہو کہ یہ آیت اس واقعہ کے بیان، توجیہ یا تعبیر کے لئے نازل ہوئی ہے۔ دراصل یہ واقعہ آیت کے نازل ہونے کا موقع ہے یعنی وہ آیت کریمہ کے نزول کی تاریخ ہے نہ اس کی علت وسبب، ہم اسی کی تائید وتوثیق کرتے ہیں۔ ہمارے خیال کی مزید تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت ولید پر لفظ فاسق کا اطلاق بعید از امکان وقیاس ہے کیونکہ ایک گمان ہوا تھا جو غلط نکلا اور غلطی سے رائے قائم کرنے والے کو فاسق نہیں کہا جاسکتا مزید برآں ان کو فاسق کیونکر کہا جاسکتا ہے جبکہ قرآن کریم میں فاسق سے مراد اکثر وہ شخص واشخاص ہوتے ہیں جو دائرۂ ایمان سے نکل گئے ہوں جیسے فرمان خداوندی ہے:۔
إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (اور اللہ راہ نہیں دیتا بے حکم لوگوں کو۔ ترجمہ شاہ عبد القادر دہلویؒ)۔

ابو حیان اندلسی نے واقعہ بنو مصطلق کو مختصراً بیان کرنے کے بعد آیت کے معنی عام مراد لئے ہیں اور کہا ہے کہ یہاں بطور ندرت ان الفاظ کا استعمال ہوا ہے تاکہ دوسرے کے بارے میں احتیاط رکھی جائے۔ ابو سعید عمادی نے بھی واقعہ کو بیان کرکے کہا ہے کہ حکم کی ترتیب دراصل یہ ہے کہ فاسق کی خبر بلا تحقیق قبول نہ کی جائے جبکہ عادل چاہے وہ تنہا کیوں نہ ہو کی خبر بلا تکلف قبول کرلی جائے گی۔ جمل نے اکثر مفسرین کی روایات کی طرف

اشارہ کرنے کے بعد واقعہ مختصراً بیان کیا ہے پھر امام رازی کی رائے بیان کیا ہے اور خازن کی تفسیر کا بھی دو چار جملوں میں حوالہ دیا ہے اور پھر یہ کہا کہ فاسق کا استعمال جلد بازی سے روکنے کے لیے کیا گیا ہے۔ احمد صاوی نے بہت واضح انداز میں کہا ہے کہ حضرت ولید جلیل القدر صحابی ہیں اور ان پر لفظ فاسق کا اطلاق کسی طرح سے مناسب نہیں ہے کیونکہ اس سے مراد کافر ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ، وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ (سو نکل بھاگا اپنے رب کے حکم سے، اور وہ جو بے حکم ہوئے، سو ان کا گھر ہے آگ (سورۂ کہف ۵۰ اور سورہ سجدہ ۱۹)۔ ترجمہ شاہ عبد القادر دہلوی)۔ میرا جواب یہ ہے کہ حضرت ولید سے گمان کی غلطی ہوئی تھی جس سے خطرہ ہو سکتا تھا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس قسم کی جلد بازی سے روکنے کے لئے یہ لفظ استعمال کیا ہے اور آیت سے چغل خوری کی حرمت مراد لی جائے گی۔ اور آیت میں چغل خور (نمام) مراد ہے کیونکہ وہی فاسق ہوتا ہے۔ اس سے حضرت ولید کی شخصیت قطعی مراد نہیں ہے کیونکہ وہ عظیم صحابی رسول ہیں اگرچہ ان کا واقعہ آیت کے نزول کا سبب رہا ہو۔ محمد سعد اللہ قندھاری نے بھی امام رازی کی رائے نقل کرنے کے بعد یہی کچھ مختصراً کہا ہے۔ اسی ضمن میں شیخ سلیمان جمل کے ایک شیخ اور استاذ شہاب رملی اور دوسرے شیوخ کا ذکر کرنا چاہیے جن کا خیال یہی تھا۔ محمد محمود حجازی نے پہلے فسق کے معنی بیان کیے ہیں پھر سبب نزول کی عام روایت بیان کی ہے اور تعبیر و تشریح میں تقریباً وہی باتیں کہی ہیں جو سلیمان جمل اور صاوی نے کہی ہیں۔ تقریباً یہی بات عبد الجلیل عیسیٰ اور احمد مصطفیٰ مراغی نے کہی ہے۔

ہمارے ہندوستانی مفسرین میں صاحب تفسیر حقانی نے کہا ہے کہ "اس آیت میں حکم عام ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی کوئی ایسی بات ہوئی ہے جو اس آیت کے حکم میں شامل ہے جبکہ مفسرین اس کا شان نزول کہتے ہیں اور وہ یہ ہے . . . " حقانی دہلوی نے اس کے بعد امام احمد بن حنبل کی حضرت حارث بن ضرار خزاعی کی سند پر پورا واقعہ مختصر طور سے بیان کرنے کے بعد مزید کہا ہے کہ "تب یہ آیت نازل ہوئی۔ ایسا واقعہ بھی ہوا ہو مگر آیت میں کسی شخص کی طرف اشارہ نہیں، عام حکم ہے۔" قاضی ثناء اللہ مظہری نے پہلے متعدد روایات

بیان کی ہیں۔ پھر آیت کریمہ کے عام معنی بیان کئے ہیں اور اس کے بعد اپنی تشریح میں فرماتے ہیں کہ حضرت ولید بن عقبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے اور ان کا فسق ظاہر نہ تھا کم از کم اس "کذب" سے پہلے جو دراصل ان کے فساد ظن پر مبنی تھا اور انھوں نے غلطی سے اپنے جاہلیت کے زمانے کے دشمنوں پر الزام عائد کر دیا تھا۔ مگر یہاں شاید فاسق سے وہ مراد ہے جس کا صدق وعدالت ظاہر نہ ہو چنانچہ اس میں وہ شخص بھی داخل ہوگا جس کا حال مخفی ہے۔ فاسق سے مراد وہ شخص ہے جس نے کوئی ایسی خبر دی جس کی تکذیب کسی قرینے سے ہوئی ہو چاہے مجرد ظاہر میں عدالت والا ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت ولید نے غلطی سے ان کے بارے میں غلط بات کہہ دی تھی کیوں کہ ان کو غلط سمجھا تھا۔"

مفتی محمد شفیع صاحب نے پہلے "معارف ومسائل" کے ذیلی عنوان کے تحت شان نزول بیان کی ہے جو دراصل ابن کثیر کی روایت پر مبنی ہے اور اس کا انھوں نے حوالہ بھی دیا ہے۔ پھر آیت سے متعلق احکام ومسائل کے عنوان کے تحت امام جصاص کی رائے فاسق کی خبر وشہادت نہ قبول کرنے کے بارے میں دی ہے اور آخر میں "ایک اہم سوال وجواب متعلقہ عدالت صحابہ" کے ذیلی عنوان سے اپنی مدلل بحث دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ میں کوئی فاسق بھی ہو سکتا ہے اور یہ اس مسلمہ اور متفق علیہ ضابطے کے خلاف ہے کہ الصحابۃ کلھم عدول۔ علامہ آلوسی نے روح المعانی میں فرمایا کہ اس معاملہ میں حق بات وہ ہے جس طرف جمہور علماء گئے ہیں کہ صحابہ کرام معصوم نہیں۔ ان سے گناہ کبیرہ سرزد ہو سکتا ہے جو فسق ہے اور اس گناہ کے وقت ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جس کے وہ مستحق ہیں یعنی شرعی سزا جاری کی جائے گی اور اگر کذب ثابت ہوا تو ان کی خبر وشہادت رد کر دی جائے گی لیکن عقیدہ اہل سنت والجماعت کا نصوص قرآن وسنت کی بنا پر یہ ہے کہ گناہ تو ہو سکتا ہے مگر کوئی صحابی (؟) ایسا نہیں جو گناہ سے توبہ کر کے پاک نہ ہو گیا ہو۔ قرآن کریم نے علی الاطلاق ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا فیصلہ صادر فرما دیا ہے رضی اللہ

عنہم ورضوا عنہ اور رضائے الٰہی گناہوں کی معافی کے بغیر نہیں ہوتی جیساکہ قاضی ابویعلیٰ نے فرمایا کہ رضا اللہ تعالیٰ کی ایک صفت قدیمہ ہے اور وہ اپنی رضا کا اعلان صرف اسی کے لئے فرماتے ہیں جن کے متعلق وہ جانتے ہیں کہ ان کی وفات موجبات رضا پر ہوگی (کذا فی الصارم المسلول لابن تیمیۃ)۔۔۔ خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کی عظیم الشان جماعت میں سے گنے چنے چند آدمیوں سے کبھی کوئی گناہ سرزد بھی ہوا ہے تو ان کو خدا کی توبہ نصیب ہوئی ہے۔۔۔۔ مگر اس کے باوجود بعد میں کسی کے لئے جائز نہیں کہ ان میں سے کسی کو فاسق قرار دے اس لئے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کسی صحابی سے کوئی گناہ موجب فسق سرزد بھی ہوا اور اس وقت ان کو فاسق بھی کہا گیا ہو تو اس سے یہ جائز نہیں ہو جاتا کہ اس فسق کو ان کے لئے مستمر سمجھ کر معاذ اللہ فاسق کہا جائے (کذا فی المدرح)"

اس آیت کریمہ کی جو تشریح و تعبیر حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے فرمائی ہے وہ اچھوتی، نادر اور حکمت آمیز ہونے کے علاوہ اس طبقۂ مفسرین میں تمام تفسیری کاوشوں کا نچوڑ معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کی تعبیر و تشریح تمام گتھیوں کو بڑی خوبی سے سلجھا دیتی ہے اور فہم قرآن کے نئے افق ذہن رسا پر کھولتی ہے۔ واقعۂ بنو مصطلق کو اپنے مخصوص جامع اور مختصر انداز میں بیان کرنے کے بعد مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ "اس پر یہ حکم نازل ہوا۔۔۔ یعنی اے ایمان والو (جس طرح ولید بن عقبہ کی خبر پر باوجودیکہ ولید محکوم علیہ بالفسق نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کرتے میں جلدی نہیں کی بلکہ اس کی تحقیق فرمائی جس سے ایک حکم شرعی ثابت ہو گیا کہ بدون تحقیق کے ایسی خبر پر عمل نہ کرنا چاہئے۔۔۔ اور جب غیر محکوم علیہ بالفسق میں یہ حکم ہے تو فاسق کے باب میں بدرجۂ اولیٰ ہے اس لئے ہم تم کو اہتمام کے لئے مکرر حکم دیتے ہیں کہ) اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس خبر لادے (جس میں کسی کی شکایت ہو) تو خوب تحقیق کر لو۔۔۔"
پھر حضرت تھانوی فائدہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ "فاسق سے مراد عام فاسقین ہیں اور فاسق کا ذکر افادہ مبالغہ فی الحکم کے لئے ہے۔ یہ نہیں کہ جس قصہ میں اس کا نزول

ہوا اس کو فاسق کہا گیا ہو پس اس آیت سے نہ ولید کا فاسق ہونا لازم آیا اور نہ اس کا شبہ رہا کہ یہ موہم ہے کہ آپ نے بے تحقیق کچھ کارروائی کرنا چاہا ہوگا۔ وجہِ دفعِ شبہ ظاہر ہے کہ آپ اس میں مخاطب نہیں۔ کیونکہ ولید کا فاسق ہونا آیت سے لازم ہی نہیں آیا بلکہ نہ حدیث سے، اس لئے کہ ممکن ہے کہ ولید کو خود گمان میں غلطی ہوئی ہو۔ . . .''

مفسرین کے طبقۂ سوم میں ان تمام محدثین کرام کو بھی شامل کر لینا چاہئے جنھوں نے اپنی معرکۃ الآراء تصانیف میں قرآن کریم کی تفسیر پر باندھا ہے اور سورہ حجرات کی آیت کی تفسیر و تشریح بھی فرمائی ہے لیکن آیت کریمہ متعلقہ سے متعلق کسی روایت کو نقل نہیں کیا ہے۔ ان محدثین کرام میں امام مالک بن انس[۷۶]، امام بخاری[۷۷]، امام مسلم[۷۸] اور امام ترمذی[۸۰] ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ یہ بات بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ ان اکابر محدثین کو اس آیت قرآنی کی مقبول عام اور مشہور زمانہ شان نزول کا علم ہی نہیں تھا۔ اس چشم پوشی کا بظاہر سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگ محدثین کے نزدیک آیت کریمہ کی شان و سبب و مصداقِ نزول کے بارے میں تمام بیان کردہ روایات ان کے اعلیٰ روایتی اور درایتی معیار پر پوری نہیں اترتی تھیں اسی لئے انھوں نے اپنی معیاری تصانیف میں ان کو جگہ دینا پسند نہیں کیا۔ ائمہ کرام میں صرف امام احمد بن حنبل[۸۱] نے اس آیت کا وہ سبب نزول بتایا ہے جو طبقۂ اول کے مفسرین کے ذیل میں ہم دیکھ چکے ہیں اس سلسلہ میں یہ عرض کر دینے میں کوئی حرج نہیں کہ مسند احمد بن حنبل کا علماء حدیث کے نزدیک وہ پایۂ اعتبار نہیں جو صحاح ستہ یا موطا کو حاصل ہے بلکہ بعض علماء نے اس پر خاصا کلام کیا ہے کہ اس میں ہر رطب و یابس کو جمع کر دیا گیا ہے اور محدثانہ تنقید کے معیار کا خیال نہیں رکھا گیا ہے۔ ان محدثین کرام کے ساتھ ان بزرگ

---

[۷۶] امام مالک، الموطا، باب تفسیر القرآن۔ [۷۷] امام بخاری، الجامع الصحیح، باب تفسیر القرآن۔ [۷۸] امام مسلم، الجامع الصحیح، باب تفسیر القرآن۔ [۸۰] امام ترمذی، جامع ترمذی، باب تفسیر القرآن۔ [۸۱] امام احمد بن حنبل، مسند، باب تفسیر القرآن۔

مفسرین کی تفسیروں کو بھی کسی طبقہ میں شمار کرنا چاہئے جنھوں نے سورۂ حجرات کی اس آیت پر کوئی کلام نہیں کیا ہے۔ یہاں ایک مثال کافی ہوگی۔ جیسے امام ابوسفیان ثوری کی تفسیر[۹۲] جس میں سورت کی بعض آیات پر تو بحث ملتی ہے مگر آیت کریمہ متعلقہ پر نہیں۔

آخر میں شانِ نزول بتلانے والی تفسیری و تاریخی روایات کی اسناد کو روایتی معیار پر مختصراً پرکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے اصول حدیث کے مطابق ان کا مقام و درجہ متعین کرنے میں مدد ملے گی۔ ابن اسحاق کی روایت یزید بن رومان پر ختم ہو جاتی ہے اور اس طرح اس روایت میں ذات نبوی یا واقعہ کے عینی شاہد سے اس کا تعلق قائم نہیں ہو پاتا۔ واقدی اور ابن سعد کی روایت بظاہر متصل معلوم ہوتی ہے لیکن اس کے راوی مجہول ہیں۔ بلاذری اور طبری اور زبیری نے اگرچہ یزید بن رومان یا اس روایت کے دوسرے راویوں کی روایت قبول کی ہیں لیکن اس سلسلے میں انھوں نے اپنی تواریخ والانساب میں ان میں سے کوئی روایت نہیں لی ہے۔ ابن عبد البر، ابن حزم، ابن حجر، ابن خلدون اور ابن کثیر کی روایات دراصل قدیم مورخین و محدثین کی روایات کی بازگشت ہیں اس لئے ان کی اپنی کوئی آزاد حیثیت نہیں۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ مذکورہ بالا مورخین ومحدثین و تذکرہ نگاروں کی روایتیں یا منقطع ہیں یا مرسل یا مجہول۔ اور علم حدیث میں ایسی روایتوں کا کیا درجہ ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔

جہاں تک مفسرین کی روایتوں کا تعلق ہے تو وہ اسناد کے لحاظ سے یا تو منقطع ہیں یا مرسل یعنی وہ کسی تابعی پر ختم ہو جاتی ہیں یا کسی صحابی پر، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان میں سے کسی کا سلسلہ نہیں ملتا۔ سیوطی، جنھوں نے اس سلسلہ میں تقریباً تمام دستیاب روایات کا احاطہ کر لیا ہے، کی دس روایات میں سے چار کا سلسلہ سند تابعی یا تبع تابعی پر منقطع ہو جاتا ہے اور ان میں سے چھ کا صحابہ کرام پر۔ جہاں تک

۹۲؎ امام سفیان ثوری، تفسیر، مرتبہ امتیاز علی عرشی، مطبوعات رضا لائبریری رامپور سنہ ۱۹۶۵ء، سورہ حجرات۔

ام المومنین ام سلمہ کی سند والی روایت کا تعلق ہے اس میں اول تو صاحب معاملہ کا نام نہیں، دوسرے یہ کہ حضرت ام سلمہ نزولِ قرآن کے وقت موجود نہ تھیں لہٰذا انھوں نے کسی اور سے سنا ہوگا اور وہ راوی بیچ سے غائب ہے۔ حضرت ابن عباس کی عمر اس واقعہ کے وقت سات آٹھ برس سے زیادہ نہ تھی اور ظاہر ہے کہ ان کی روایت کسی دوسرے راوی کی مرہونِ منت رہی ہوگی۔ حضرت جابر بن عبداللہ کی روایتوں کا معاملہ مجہول ہے۔ باقی دو صحابی حضرات حارث اور علقمہ کی روایات کی حیثیت فریقِ مخالف کی شہادت یا دعویٰ کی سی ہے۔ اگر حضرت ولید اموی بر بنائے مخاصمتِ جاہلیت بنو مصطلق کے خلاف الزام عائد کر سکتے ہیں تو یہ بھی ہو سکتا تھا کہ فریقِ مخالف نے ایسا ہی کیا ہو۔ یہ کیونکر اور کیسے سمجھ لیا جائے کہ فریقِ اول ہی غلطی پر تھا اور دوسرا حق پر؟ جب کہ واقعاتی شہادت حضرت ولید کے حق میں جاتی ہے کیونکہ بقول امام رازی اس معاملے کا اصل نکتہ یہ ہے کہ خود جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی مروی نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ اس واقعہ سے حضرت ولید کے بارے میں فسق کا الزام تو درکنار شبہ بھی کسی روایت میں نہیں ملتا اور قرآن کریم فاسق کی روایت و خبر کو مردود قرار دیتا ہے۔ کیونکہ اگر ان کا فسق ظاہر ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کبھی بھی ایسا اہم عہدہ نہ عطا فرماتے۔ اس سے اہم بات یہ ہے کہ اس مبینہ واقعہ کے بعد حضرات ابوبکر و عمر نے ان کو اس جیسے بلکہ اس سے اہم عہدے عطا کئے تھے[۱۸] کیا وہ ایک ایسے فاسق کو اسی جیسا عہدہ عطا کر سکتے تھے جس کے سلسلہ میں قرآن مجید نے ان پر فسق کا الزام لگایا ہو؟

شانِ نزول کے سلسلے میں بیشتر روایات درحقیقت راویٔ اول — چاہے وہ صحابی ہو یا تابعی — کی ذاتی رائیں ہیں جو ان کی اپنی سمجھ، فہمِ قرآن اور مبلغ علم پر مبنی ہیں۔

---

۱۸ عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں ان کے انتظامی عہدوں کے لئے ملاحظہ کیجئے: طبری سوم ص ۹۲-۳۸۹ ص ۴۰۴، ابن اثیر، الکامل فی التاریخ دوم ص ۵ - ۴۰۳، ۵۳۱ ابن عساکر، تاریخ مدینۃ دمشق، اول ص ۵۳ - ۴۵۲، ابن خلدون، دوم ص ۹۰۷ - ۸۹۸ وغیرہ تفصیلات کے لئے دیکھئے خاکسار کی آئندہ کتاب (مذکورہ بالا)

لہذا جب تک اس سلسلہ میں خود زبانِ رسالت سے کسی ارشادِ گرامی سے ان کا تعلق ثابت نہ ہو ان کو قبول کرنے میں بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ ان کو روایتی اور درایتی ...... دونوں معیاروں پر چھان پھٹک کر قبول کرنا چاہیے خواہ ان کی سند کتنی ہی جید کیوں نہ ہو جیسے کہ ذہبی نے سورۂ سجدہ کی آیت کریمہ کو اسنادِ جید کے باوجود مسترد کر دیا ہے، خاص کر کہ جب ان روایات منقطعہ یا مرسلہ سے کسی صحابیٔ رسول کی عظمت مجروح اور شخصیت داغدار ہوتی ہو۔ تاریخ اسلام میں مورخانہ نقطۂ نظر سے ایسی روایات کے بارے میں اور بھی احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ تاریخ ہماری آپ کی راویوں اور فتووں کو دھیان میں نہیں لاتی وہ واقعات و حقائق کے تجزیے و تحلیل کو مطمح نظر بناتی ہے۔

سید جلال الدین عمری کے اہم کتابچے

عورت اور اسلام:

عورت کے بارے میں اسلام کا کیا نقطۂ نظر ہے؟ خاندان میں ماں، بیوی اور بیٹی کی حیثیت سے اس کا کیا مقام ہے؟ علم و عمل کے میدان میں اس نے کیا خدمات انجام دیں؟

(اس کا ہندی میں بھی ترجمہ شائع ہو چکا ہے) قیمت ۰۰/۳ روپے

بچے اور اسلام:

اس مختصر رسالہ میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلام بچہ کی حفاظت، اس کی بہترین نشوونما، اس کی علمی اور تربیت کا بہت ہی جامع تصور پیش کرتا ہے۔ یہ رسالہ بچوں کے بین الاقوامی سال کی مناسبت سے لکھا گیا ہے۔ قیمت ۵۰/

ملنے کا پتہ: مکتبۂ اسلامی دھلی ۶